علی علیہ السلام

اور

مکارم اخلاق

از

مولانا سید حسن رضا رضوی

ناشر :- المجلس الفکر الاسلامی - پاکستان

بارِ اوّل :- ۱۹۹۳ء

تعداد :- ایک ہزار

نام کتاب :- علیؑ اور مکارم اخلاق

مصنف :- سید حسن رضا رضوی

کاتب :- سید انعام حسین زیدی

ناشر :- المجلس الفکر الاسلامی ۹/۲ E منظور کالونی کراچی ۷۴

قیمت :- سات روپیہ

Prof. Karrar Husain
DIRECTOR
Islamic Cultural and Research Centre

TEL. 466247
B-1-BLOCK 13-D
GULSHAN-E-IQBAL
KARACHI

تقریظ از عالیجناب پروفیسر کرار حسین صاحب سابق وائس چانسلر بلوچستان یونیورسٹی

انسان کا شرف کمال اخلاق کے اندر ہے امیر المومنین علیؑ جو شرف انسانیت کے اعلیٰ ترین نمونہ ہیں تمام مکارم اخلاق کے بدرجۂ اتم حامل تھے اور نہ صرف یہ کہ آپ کی ذات میں ہر خلق اپنے حسن و تابانی سے روشن ہے بلکہ ہمہ اخلاق مل کر ایک بڑی حسین اور پُر نور انسانیت کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ عزیزم سید حسن رضا رضوی نے مختلف اخلاق کے اوپر بڑی بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے اور ان کو حضرت علیؑ کی ذات میں نمایاں کیا ہے۔

[illegible signature]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

یوں تو امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کی شخصیت پر مختلف پہلوؤں سے ہزاروں کتابیں تحریر کی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ تا ابد جاری رہیگا علیؑ کے مخالفین نے زمین کے چپہ چپہ اور آسمانوں کے آفاقوں کو علیؑ کا دشمن بنانے کی کوشش کی لیکن وہ علیؑ کے نام کو مومنین کے دلوں سے نہ نکال سکے۔ علامہ ابن شہر آشوب نے مناقب تحریر فرماتے ہوئے یہ دعویٰ کیا تھا کہ مجھے اب تک علیؑ کے فضائل و مناقب پر لکھی گئی ایک ہزار کتاب کا علم ہو چکا ہے شہر آشوب سے آجتک سلسلہ برابر جاری ہے۔ زیر نظر کتاب علیؑ اور مکارم اخلاق جو فاضل محترم خطیب اہلبیتؑ مولانا سید حسن رضا رضوی کی محنت و کاوش کا نتیجہ ہے جسے ہمارا ادارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اردو زبان میں اپنے عنوان کے اعتبار سے یہ ایک منفرد کتاب ہے کتاب مختصر ہونے کے باوجود اپنے موضوع تمام پہلوؤں کو محیط ہے مجلس فکر اسلامی کا بنیادی مقصد سیرت ائمہؑ کے ان پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہے جن پر اردو زبان میں ابھی تک کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا۔ یہ کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے دعا ہے کہ پروردگار عالم مصنف کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور اس مختصر کتاب کو طالبانِ حق و ہدایت کیلئے مشعل راہ بنا دے۔ والسلام

احقر الحقیر العبد المفتقر سید سلیمان حسین کاظمی

رئیس المجلس الفکر الاسلامی پاکستان

گفتارِ مصنّف

یہہ مختصر ترین کتابچہ جو علیؑ اور مکارم اخلاق کے عنوان سے ایک تعارف ہے خاکسار کے عقیدہ اور فکر کا شاہکار ہے

علیؑ ایک ایسی ہستی جسکا نام فضیلتوں کے عنوان میں ہمیشہ آفتاب نصف النہار بن کر چمکتا رہیگا۔ وہ معدن علم وحیا، وہ مخزن صدق وصفا۔ وہ سراپائے تسلیم و رضا۔ وہ دریائے جود وعطا جسنے خدا کے سوا کبھی کسی سے سوال نہ کیا اور خود کبھی کسی کا سوال رد نہ کیا۔

جسکے اندر تمام اخلاقی اوصاف اپنے کمال کے ساتھ موجود تھے حقیر کی یہ ادنیٰ ترین کاوش انہی لامحدود اخلاق حسنہ کی ایک ہلکی سی جھلک ہیں جن سے آپ کی ذات گرامی مزیّن تھی۔

کردہ ام ایں نذرِ مولائے نجف
گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

احقر سید حسن رضا رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اخلاق کا مادہ خُلق ہے خُلق اور خَلق دونوں ایک ہی لفظ ہیں خَلق کا اطلاق ہیئت و شکل ظاہری پر ہوتا ہے اور خُلق کا تعلق قوائے باطنی سے ہے جس کا تعلق عقل و بصیرت سے ہوتا ہے۔

سعادت ابدی حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان کے اخلاق درست ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم اور معاشرے میں اخلاق کا تصور موجود رہا ہے اور ہر دور کے علماء و مفکرین نے اسکی اہمیت و افادیت پہ روشنی ڈالی ہے فلاسفہ یونان تکمیل اخلاق ہی کو زندگی کی علت غائی قرار دیتے ہیں حکیم بقراط کہتا ہے جو بدن اخلاط فاسدہ سے پاک نہیں اسکو جتنی بھی غذا دی جائے وہ اسکے مرض میں اضافہ کا موجب ہوگی اسی طرح جب تک نفس کو اخلاق فاسدہ سے پاک کیا جائے اس سے کسی خیر کا صدور ممکن نہیں۔ اخلاق پر تفصیلی گفتگو سے قبل اسکی تعریف موضوع اور غرض و غایت کا تعین ضروری ہے۔

اخلاق کی تعریف

ارسطو کہتا ہے اخلاق وہ علم ہے جس میں خیر و شر کا تعین کیا جاتا ہے پروفیسر جان ڈیوی کہتا ہے اخلاقیات وہ علم ہے جسمیں انسانی کردار کے متعلق خیر و شر یا ثواب خطا کے نقطۂ نظر سے بحث کی جائے۔ پروفیسر راجرس اپنی کتاب تاریخ اخلاقیات میں لکھتا ہے جو علم انسانی کردار کے صحیح مقاصد اور سچی قدر و قیمت کا تعین کرے وہ اخلاق ہے۔

ابن مسکویہ کتاب السعادۃ میں لکھتا ہے اگر انسان سے ایسے افعال سرزد ہوں جو عقلاً اور شرعاً پسندیدہ ہوں تو اس کیفیت کا نام حسن خلق ہے

امام غزالی کے نزدیک قوت تفکر۔ قوت شہوت۔ اور قوت غضب کی اصلاح و اعتدال کا نام حسن الخلق ہے

پروفیسر احمد امین اپنی کتاب اخلاق میں لکھتے ہیں اخلاق وہ علم ہے جو خیر و شر کے مفہوم کی وضاحت کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ معاملہ کیسے کیا جائے۔

اخلاق کا موضوع

اخلاق کا موضوع لوگوں کے اعمال ہیں وہ ان پر خیر و شر کی نسبت سے حکم لگاتا ہے غرض اس علم کی یہ ہے کہ اسکے ذریعہ انسان سعادت ابدی سے ہمکنار ہو جاتا ہے

کیونکہ دین خیر کی تعلیم دیتا ہے اور شر سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتا ہے یہی کام اخلاق کا بھی ہے اس کا علم آپ کو فضائل اخلاق کے جاننے سے ہو جائیگا۔

اُمّہات الفضائل

تمام فلاسفہ اور علمائے اخلاق کے نزدیک اخلاق کے امّہات الفضائل چار ہی ہیں (۱) حکمت یعنی علم (۲) شجاعت (۳) عفّت (۴) عدالت

اگر تعلیمات اسلامی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات بخوبی واضح ہو جائیگی کہ اسلام علم شجاعت عفت اور عدالت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے یہی سبب ہے کہ حضور نے فرمایا کہ دین حُسن خُلق کا نام ہے۔ رسولؐ کی ذات میں یہ چاروں صفات درجۂ کمال پر تھے چنانچہ قرآن نے اسکی گواہی یوں دی اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم اے رسوؐل آپ اخلاق کی بلند ترین منزلوں پر فائز ہیں۔ حضورؐ کے اخلاق حسنہ کا احاطہ کرنا بشری طاقت سے باہر ہے چونکہ آپؐ معلّم کائنات ہیں اس لئے آپ کے علم۔ شجاعت۔ عفّت و عدالت کی ہمسری عقلاً محال ہے

حضرت علیؑ اور فضائل اخلاق

کونسا ایسا شخص ہے جو مولائے کائنات علیؑ ابن ابیطالبؑ کی عظمت سے

آشنا نہ ہو اور فضائل علیؑ کا معترف نہ ہو۔ انسانی نفس ہر اعتبار سے علیؑ کی سیرت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو علیؑ کی سیرت ہر اعتبار سے منفرد ہے وہ کونسی ایسی فضیلت ہے جو علیؑ کی ذات والاصفات میں موجود نہیں۔ اگر اللہ نے رسولؐ کو صاحب خلق عظیم کے لقب سے نوازا تو جانشین رسولؐ ہونے کی وجہ سے علیؑ بھی صاحب خلق عظیم ہیں۔ علیؑ کی ذات میں اخلاق کی ہر فضیلت اپنے کمال کیساتھ موجود تھی اب آیئے اس دعوے کو دلیل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں تمام فلاسفہ اور علماء اخلاق نے حکمت، شجاعت، عفت اور عدالت کو فضیلت قرار دیا ہے اور حضرت علیؑ میں یہ چاروں فضائل بالفعل موجود تھے۔

علیؑ اور حکمت

حکمت حقائق اشیاء کا بقدر طاقت بشری جاننا ہے سقراط کہتا ہے کہ معرفت یا علم کے سوا کوئی فضیلت ہی نہیں۔ چونکہ انسان خیر کا علم حاصل کئے بغیر فعل خیر کو انجام نہیں دے سکتا۔ کسی فعل کے بارے میں خیر ہونے کا علم اسے بجالانے پر مجبور کرتا ہے۔ مضر شے کی معرفت اس کے ترک پر مجبور کرتی ہے شر کا منبع جہالت ہے اور خیر کا منبع علم بلکہ شر کا علاج بھی اسے شر کے نتائج سے آگاہ کرنا

ہے۔ ہر وہ عمل جو علم کے بغیر صادر ہو فضیلت نہیں کہلا سکتا اس سے یہ استنباط کیا جاسکتا ہے کہ ہر فضیلت کی بنیاد علم پر ہے اور حضرت علیؑ تمام علوم و فنون اور کائنات کے تمام اسرار و رموز سے آشنا تھے آپ علم و عرفان کے اس بلند درجہ پر فائز تھے جہاں سوائے پیغمبر کے کوئی نہ تھا۔ حضورؐ فرماتے ہیں انّکَ تسمع ما اسمع و تریٰ ما اریٰ۔ اے علیؑ جو میں سنتا ہوں وہ آپ سنتے ہیں اور جو میں دیکھتا ہوں وہ آپ دیکھتے ہیں۔

علیؑ نے رسولؐ کی آغوش میں آنکھ کھولی اور وفات رسول تک انکے ساتھ رہے رسولؐ جن اسرار و رموز سے آشنا تھے علیؑ کو بھی انکا علم حاصل ہو چکا تھا فرق صرف یہ ہے کہ رسولؐ کا علم جبرئیلؑ کے ذریعہ تھا اور علیؑ کا علم رسولؐ کے واسطے سے۔ اب کیونکہ علیؑ رسولؐ کے بعد دین کے سب سے بڑے عالم تھے۔ دین کے دو جز ہیں (۱) اصول (۲) فروع

اصول دین کا تعلق عقائد سے ہے اور جو علم اس سے بحث کرتا ہے وہ علم کلام کہلاتا ہے متکلمین کے تمام گروہ اپنی نسبت آپ ہی کی طرف دیتے ہیں متکلمین کے سرکردہ گروہوں میں امامیہ۔ معتزلہ۔ اشاعرہ اور خوارج ہیں۔ امامیہ کی نسبت تو علیؑ کی طرف ظاہر ہے معتزلہ کا بنیادی نظریہ یہ ہے کہ وہ عقل کو آخری حَکَم قرار دیتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے اس نقطۂ نظر کو اس وضاحت اور شدت سے پیش کیا کہ آپ کی ذات عقلیت کی مختلف تحریکوں کے مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔ معتزلہ کی مختلف کتابوں کے مطالعہ

سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بنیادی اصطلاحات مثلاً حُسن و قبح عقلیان[۱]۔ استحالہ التکلیف بالمحال[۲] اور اس طرح کے دیگر قواعد حضرت علیؑ کے کلام سے اخذ کیے تھے

متکلمین کا تیسرا گروہ اشاعرہ ہے اشاعرہ کا استاد ابوالحسن اشعری تھا جو ابوعلی جبائی کا شاگرد ہے اور جبائی اپنی نسبت حضرت علیؑ کی طرف دیتے ہیں اسی طرح خوارج بھی گمراہ ہونے کے باوجود علیؑ کی طرف منسوب ہیں۔ خوارج کے اکابرین علیؑ کی شاگردی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوسکتا ہے کہ جب یہ سارے گروہ علیؑ کی طرف منسوب ہیں تو ان کی گمراہی کی ذمہ داری بھی آپ پر عاید ہوگی یا وہ سب برحق ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان لوگوں کے علیؑ کی طرف منسوب ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ علیؑ کو ان کے نظریات سے اتفاق بھی تھا یا انہوں نے علیؑ کے سوا کسی اور سے استفادہ نہیں کیا۔ بلکہ علیؑ کی طرف نسبت سے مراد صرف یہ ہے کہ انہوں نے ان علوم کے بنیادی قواعد حضرت علیؑ سے اخذ کئے اور ان قواعد کو مدِنظر رکھ کر انہوں نے اپنے قیاس و اجتہاد کئے

۱۔ حسن و قبح عقلیان۔ خیر و شر دونوں عقلی ہیں

جسکے وہ خود ذمہ دار ہیں جب متکلمین کے تمام گروہ آپ کو اپنا رہبر واستاد تسلیم کرتے ہیں تو علم عقائد میں آپ کی عظمت و بزرگی کی اس بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے۔

علم عقائد کے بلند ترین مقاصد میں علم توحید۔ قضا و قدر۔ عدل۔ نبوت اور معاد کا علم ہے ان تمام معارف پر آپکا کلام ان علوم میں آپکے مرتبہ اور معرفت کی گواہی دیتا ہے

علم توحید

اثبات وجود باری پر دلیل پیش کرتے ہوئے حضرت علیؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الدَّالِّ عَلٰی وُجُوْدِہٖ بِخَلْقِہٖ وَبِمُحْدَثِ خَلْقِہٖ عَلٰی اَزَلِیَّتِہٖ وَبِاشْتِبَاھِھِمْ عَلٰی اَنْ لَا شَبَہَ لَہٗ لَا تَسْتَلِمُہُ الْمَشَاعِرُ وَلَا تَحْجُبُہُ السَّوَاتِرُ لِافْتِرَاقِ الصَّانِعِ وَالْمَصْنُوْعِ وَالْحَادِّ وَالْمَحْدُوْدِ وَالرَّبِّ وَالْمَرْبُوْبِ الْاَحَدِ لَا بِتَاْوِیْلِ عَدَدٍ وَالْخَالِقِ بِمَعْنٰی حَرَکَۃٍ وَنَصَبٍ وَالسَّمِیْعِ لَا بِاَدَاۃٍ وَالْبَصِیْرِ لَا بِتَفْرِیْقِ اٰلَۃٍ وَالشَّاھِدِ لَا بِمُمَاسَّۃٍ وَالْبَائِنِ لَا بِتَرَاخِیْ

مُسَافَةٍ وَّالظَّاهِرِ لَا بِرُؤْيَةٍ وَّالْبَاطِنِ بِلَطَافَةٍ بَانَ مِنَ الْاَشْيَاءِ بِالْقَهْرِ لَهَا وَالْقُدْرَةِ عَلَيْهَا وَعَالِمٌ اِذْ لَا مَعْلُوْمٌ وَرَبٌّ اِذْ لَا مَرْبُوْبٌ وَقَادِرٌ اِذْ لَا مَقْدُوْرٌ۔

تمام تعریفیں اس ذات کیلئے سزاوار ہیں جو اپنے وجود پر اپنی مخلوقات کے ذریعہ دلیل قائم کرنے والا ہے اور فنا پذیر کائنات سے اپنی ازلیّت کا ثبوت فراہم کرنے والا ہے ان صاحب مثل ونظیر ہونے سے یہ بتانے والا ہے کہ اسکا کوئی مثل ونظیر نہیں۔ اسکو حواس چھو نہیں سکتے۔ پردے چھپا نہیں سکتے۔ وہ ایک ضرور ہے مگر عددی حیثیت سے نہیں خالق ہے مگر حرکت وتعجب کے بغیر سنتا ہے مگر کان کے واسطے سے نہیں۔ دیکھتا ہے مگر آنکھ کے ذریعہ نہیں۔ پاس ہے مگر جسمانی اتصال کے ساتھ نہیں۔ جدا ہے مگر بُعد مسافت اسکے اور ہمارے درمیان حائل نہیں ہو سکتی۔ ظاہر ہے مگر دیکھا نہیں جا سکتا۔ مخفی ہے مگر لطیف ہونے کی جہت سے نہیں۔ جب کوئی جاننے والی چیز نہ تھی اس وقت سے جانتا ہے۔ جب کوئی پرورش کئے جانے والا نہ تھا اس وقت سے پرورش کنندہ ہے اور جب کوئی متعلق قدرت چیز نہ تھی اسوقت سے قادر ہے۔

یہہ ہلکا سا پرتو ہے اس تجلّی کا جو افق النہیات پر ضیا بار ہو کر معرفت

کی شب تاریک کو ہمیشہ کیلئے روشن کر گئی۔ ان عبارات میں امیر المومنین نے وجود باری کو ثابت کرنے کیلئے اثر کے وجود سے موثر کے وجود پر استدلال کیا جیسے علم کلام کی اصطلاح میں "برھان انی"[1] کہلاتا ہے۔ متکلمین نے اپنی کتابوں وجود باری پر جس قدر دلائل و براہین پیش کئے ہیں وہ سب کے سب "براہین انیہ" ہیں اس لئے کہ ذات باری پر برہان لمی[2] سے استدلال محال ہے۔ علم توحید کے بہت سے پیچیدہ مسائل کو جن میں متکلمین آج تک الجھے ہوئے ہیں امیر المومنینؑ نے ان مختصر سی عبارات میں اتنا واضح کر دیا ہے جسکے بعد مزید تفصیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ تھا علم توحید میں علیؑ کی اعلمیت اور برتری کا اجمالی تذکرہ۔

[1] معلول کے وجود سے علت کے وجود پر دلیل قائم کرنا۔ [2] علت کے وجود سے معلول کے وجود پر دلیل لانا

علم الفروع

علم فروع کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو زندوں سے متعلق ہے اور وہ مختلف احکام ہیں۔ دوسری قسم جو مُردوں سے متعلق ہے یہ علم فرائض یا ترکوں کی تقسیم ہے۔ رسولؐ اکرم کا ارشاد ہے الفرائض نصف العلم

علیؑ اور علم الفرائض

اس علم میں بھی آپ کی برتری اور تقدم تمام امت پر ثابت ہے دلائل بہت ہیں مگر طوالت سے بچنے کی خاطر میں صرف ایک واقعہ کا ذکر کرونگا۔ علم فرائض سے متعلق آپ نے

جن مسائل کو حل کیا ان میں سے ایک مسئلہ دیناریۃ کے نام سے مشہور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک عورت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی اے امیرالمومنین میرا بھائی مرگیا ہے اسنے اپنے بعد چھ سو دینار چھوڑے ہیں لیکن مجھے اس نے صرف ایک دینار دیا ہے آپ انصاف فرمائیں اور میرا حصہ مجھے دلوا دیں امیرالمومنین نے فرمایا تیرے بھائی نے اپنے پیچھے دو لڑکیاں چھوڑی ہیں عورت نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا انکو دو ثلث یعنی چار سو دینار ملیں گے پھر آپ نے پوچھا مرحوم کے ورثا میں اسکی ماں ہے۔ اسنے کہا ہاں۔ آپنے فرمایا اس کو چھٹا حصہ یعنی سو دینار ملے گا۔ پھر آپنے اس سے پوچھا مرحوم کے ورثا میں اسکی بیوی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپنے فرمایا اسکو آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار ملیں گے۔ پھر آپنے اس سے فرمایا کہ تیرے ساتھ تیرے بارہ بھائی ہیں اسنے کہا ہاں۔ آپنے فرمایا ہر بھائی کے لئے دو دینار اور تمھارے لئے ایک دینار اس لحاظ سے تم نے اپنا حق لے لیا ہے یوں امیرالمومنین نے وراثت کے دقیق ترین مسئلہ کو چند لمحات میں حل کر دیا۔

علوم الاحیاء

علوم الاحیاء میں سب سے افضل علم القرآن ہے حضرت علیؑ فرماتے ہیں مجھ سے پوچھو قرآن کی کسی آیت کے متعلق میں تمہیں اسکے نزول کا وقت اور شان نزول بتاؤنگا۔ میں تمہیں قرآن کے ناسخ و منسوخ خاص و عام اور محکم و متشابہ کی خبر دونگا۔ بحار الانوار جلد ۴۰ صفحہ ۹۳ اسناد شیخ مفید صفحہ ۱۹۱

آپ فرماتے ہیں "سلونی عن کتاب اللہ فواللہ ما من آیۃ الا و انا اعلم أبلیلٍ نزلت ام بنھارٍ ام فی سھلٍ ام فی جبل۔ اعیان الشیعہ جلد ۳ صفحہ ۴۳

اور یہی حدیث الاصابہ۔ الاتقان۔ حلیۃ الاولیاء اور صحیح مسلم جلد ۶ میں بھی موجود ہے

ترجمہ:۔ اے لوگو مجھ سے کتاب اللہ کے متعلق پوچھو۔ اللہ کی قسم قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں۔ پہاڑ پر نازل ہوئی یا میدان میں۔ پس معرفت کی اس بلند منزل کے بعد کون ہے جو علم القرآن میں علیؑ کی ہمسری کا دعوی کر سکے۔

پوری امت عبداللہ ابن عباسؓ کو مفسرین کا سرخیل مانتی ہے عبداللہ ابن عباس حضرت علیؑ کے ایک ادنی شاگرد تھے جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ اپنے عم زاد علیؑ کے علم کے بارے میں کیا خیال رکھتے ہیں آپنے کہا میرا علم علیؑ کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ

علم القرأة

علم القرأۃ میں کوفیوں کے امام عاصم تھے ان ہی کی قرأۃ دنیا میں مشہور ہے یہ عبدالرحمٰن سلمی کے شاگرد تھے اور عبدالرحمٰن سلمی حضرت علیؑ کے شاگرد تھے۔

علم فقہ

تمام فقہار اپنی نسبت آپ ہی کی طرف دیتے ہیں امامیہ کی نسبت تو حضرت علیؑ کی طرف واضح ہے جہاں تک حنفیہ کا تعلق ہے انہوں نے اس فقہ کو امام ابوحنیفہ سے اخذ کیا اور ابوحنیفہ امام جعفر صادق کے شاگرد تھے۔ شافعیہ نے محمد ابن ادریس شافعی سے فقہ کو اخذ کیا۔ محمد ابن ادریس شافعی نے محمد بن حسن سے علم حاصل کیا اور وہ ابوحنیفہ کے شاگرد تھے۔ احمد ابن حنبل نے شافعی سے استفادہ کیا۔ اسی طرح امام مالک نے امام جعفر صادقؑ کے علاوہ ربیعہ سے بھی استفادہ کیا جو عکرمہ کے شاگرد تھے اور عکرمہ عبداللہ ابن عباس کے شاگرد تھے جو علیؑ کے شاگرد خاص تھے۔

علم البلاغت

جس شخص نے بھی حضرت علیؑ کے کلام۔ کتب و رسائل اور خطب و حکم وغیرہ کا بغور مطالعہ کیا ہے وہ اس امر کا معترف ہوگا کہ آپ کا علم وہ ہے جس کا کسی دوسرے کے علم سے اور آپ کے فضائل وہ ہیں جن کا عالم میں کسی کے فضائل سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان فضیلتوں میں ایک نمایاں فضیلت آپکی فصاحت و بلاغت ہے جسکے معترف تمام ارباب بلاغت ہیں ملّا یعقوب لاہوری شرح تہذیب الکلام میں لکھتے ہیں۔

" انّ کلامہ تحت کلام الخالق وفوق کلام المخلوق" علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں" و ایضاً ھو افصحھم لساناً ولیشھد بہ کتاب نہج البلاغہ" علاوہ اور فضیلتوں کے علیؑ کی نمایاں فضیلت یہ بھی ہے کہ آپ سب سے زیادہ فصیح تھے اس حقیقت کی گواہ آپکی کتاب نہج البلاغہ ہے۔ حضرت علیؑ کے دشمن بھی آپکی فصاحت و بلاغت کے معترف تھے۔ ایک مشہور ایرانی کاتب عبدالمجید جو خلیفہ مروان کے دربار سے وابستہ تھا جسکے بارے میں کہا جاتا ہے کہ" بدات الکتابة

بعبد الحمید و ختمت بابن العمید" کتابت عبد الحمید سے شروع ہوئی اور ابن عمید پر ختم ہو گئی۔ اس شخص کا عقیدہ حضرت علیؑ کے متعلق اچھا نہ تھا لیکن جب اس سے پوچھا گیا کہ تو نے کتابت کیسے سیکھی تو اس نے جواب دیا۔ حضرت علیؑ کے خطبات کو یاد کر کے۔ خود حضرت علیؑ نے بھی اپنی برتری کا اعتراف کیا ہے آپ فرماتے ہیں" انا لامراء الکلام" ہم ہیں ادب کے امیر۔ صوفیائے کرام اور ارباب عرفان بھی آپ کو اپنا امیر مانتے ہیں۔

یہاں پر اعتراض کرنے والا یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ صوفیاء کی اکثریت تو تارک الصلٰوۃ اور حلول و اتحاد کی قائل ہوتی ہے پس ان کو علیؑ سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی طرف نسبت ہر شے میں اس کے ساتھ موافقت کا تقاضہ نہیں کرتی۔ تمام مسلمان اپنی نسبت رسولؐ کی طرف دیتے ہیں حالانکہ اکثر تارک الصلٰوۃ اور گمراہ ہیں۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں۔ علم طریقت و تصوف کے تمام گروہ بشمول شبلی جنید، سری سقطی۔ ابو زید بسطامی۔ معروف کرخی۔ سلمان فارسی اور حسن بصری اپنی نسبت علیؑ ہی کی طرف دیتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ

رسولؐ کے بعد علیؑ کائنات کی سب سے عالم ترین ہستی اور تمام علوم کے جامع ہیں جسکی دلیل رسولؐ کا یہ قول ہے اقضاکم علی۔ تم میں سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں کیونکہ قضاوت کیلئے تمام علوم کا جاننا ضروری ہے اور علیؑ سب سے بڑے قاضی ہیں لہٰذا سب سے بڑے عالم بھی ہونگے۔ دیگر تمام صحابہ کرام کو ایک دوسرے پر کسی ایک خوبی کی وجہ سے فضیلت حاصل تھی جیسے آپنے فرمایا افرضکم زیدٌ وَاَقرأُکم ابی واعلمکم بالحلال والحرام معاذ بن جبل و ابوذر اصدقکم لہجۃ۔ جب آپنے ہر ایک کے لئے ایک فضیلت ثابت کردی تو یہ چاہا کہ علیؑ کی ذات میں یہ سارے اوصاف جمع ہوجائیں اس لئے آپنے فرمایا " اقضاکم علی۔ کیونکہ کوئی بھی شخص قضاوت کا اہل اس وقت نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ علم فرائض۔ کتاب و سنت اور حلال و حرام کا عالم نہ ہو۔ اسکے ساتھ اسکا صادق الہجہ ہونا بھی ضروری ہے پھر یہاں رسولؐ اقضاکم میں افعل التفضیل کا صیغہ استعمال کرتے ہیں حضرت علیؑ سب سے بڑے قاضی ہیں تو لامحالہ سب سے بڑے عالم بھی ہونگے یہ تمام دلائل اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ علیؑ علم و حکمت کی بلند ترین

منزلوں پر فائز تھے جہاں رسولؐ کے علاوہ نہ کوئی نبی و مرسل پہنچا نہ کوئی ملک مقرب

فضائل اخلاق میں دوسری فضیلت شجاعت ہے۔ شجاعت سے مراد یہ ہے کہ قوت غضب اپنے تمام اعمال و حرکات میں عقل کے تابع ہوتا کہ انسان خوف ہلاکت کے مقامات پر ثابت قدم رہے لغزش کو اپنی طرف راہ نہ دے اور صحیح رائے کے مطابق عمل کرے۔ جو اقسام شجاعت کے تحت آتی ہیں ان میں سکون۔ ثبات۔ کسر نفسی۔ تحمّل۔ بردباری اور رقت ہیں اور یہ تمام اوصاف علیؑ میں اپنے کمال کے ساتھ موجود تھے اب ہم ان اوصاف میں سے ہر وصف کا علیؑ کی ذات میں سرسری جائزہ لیتے ہیں۔

پامردی یا سکون

ان لڑائیوں اور جنگوں میں جو دین و مذہب کے تحفظ و نگہداشت یا نفس کے وقار کے ضروری ہیں سستی نہ کرے علیؑ کے اس وصف کے بارے میں تفصیلات میں جانا تحصیل حاصل ہی ہوگا اس لئے کہ بہادری اور ہمت علیؑ کی ذات کا لازمہ بن چکی ہے علیؑ کی بہادری کے ذکر کے بغیر مسلمانوں کی جنگی تاریخ مکمل نہیں ہو سکتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ

اس وصف میں علیؑ کے گرد پا کو بھی چھونے والا نظر نہیں آتا۔ تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ علیؑ رسولؐ کے بعد سب سے بڑے شجاع ہیں رسولؐ نے خود علیؑ کے اس وصف کو عمر بن عبدوُد کے قتل پر جن وانس کی عبادت سے افضل قرار دیا۔

سخاوت

سخاوت کی قسموں میں سے ایک سخاوت یہ ہے اور وہ مال خرچ کرنے میں بے باکی کا ملکہ ہے رسولؐ اکرم کا ارشاد ہے کہ خدا نے دین اسلام کو سخاوت سے ممتاز کیا ہے علیؑ سے بڑا سخی اور کون ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنا نفس بھی اللہ کی راہ میں دیدیا۔ اللہ نے آپکی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔ "وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ"۔ اس کے علاوہ مختلف مواقع پر آپ نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں دیدیا آپ نے تین دن تک اللہ کی راہ میں کھانا دیا جس پر سورہ هَلْ اَتیٰ نازل ہوئی۔ آپ یہودی کے باغ میں مزدوری کرتے تھے اور اجرت اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیتے تھے۔

حلم

وہ اطمینان ہے جسکی وجہ سے جلدی یا بالکل غصہ نہ آئے۔ امام حلم اور عفو و درگذر کا پیکر تھے آپ کو کبھی غصہ نہیں آیا سوائے اس وقت کہ جب حق بات سے روکا جارہا ہو۔ حدود اللہ سے تجاوز کیا جارہا ہو اور عوام الناس کے حقوق کو پامال کیا جارہا ہو۔ آپ کی ذات میں حلم و بردباری کا ایسا ملکہ پیدا ہو چکا تھا جس میں کبھی تغیر واقع نہیں ہوا۔ علیؑ کا حلم و بردباری خلافت کے بعد ایسا ہی تھا جیسا خلافت سے قبل۔ یہاں تک کہ آپنے اپنے بدترین دشمنوں کو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کردیا۔ مروان ابن حکم جو آپ کی بیعت سے انحراف کرکے مدینہ سے بھاگ گیا تھا اسنے عہد توڑنے والوں کو جوش دلاکر بصرہ کا فتنہ کھڑا کیا تھا جنگ جمل میں اسیر ہوکر جب امیرالمومنین کے سامنے پیش ہوا تو امام نے اس کو کوئی تکلیف نہ دی۔

اسی طرح آپنے عبداللہ ابن زبیر اور موسیٰ ابن طلحہ (جو جنگ جمل کے مرکزی کردار تھے) کو معاف کردیا۔ اس طرح کے متعدد واقعات جنکی تفصیلات کا ذکر اس مختصر کتابچہ میں ممکن نہیں۔ حضرت علیؑ کے

حلم و بردباری اور عفو و درگذر کی سب سے بڑی مثال آپکا وہ حُسن سلوک ہے جو آپنے اپنے قاتل ابن ملجم کے ساتھ روا رکھا۔ کیا تاریخ کسی دوسرے شخص کا پتہ دے سکتی ہے جسنے اپنے قاتل کیساتھ ایسا سلوک کیا ہو جیسا علیؑ نے اپنے قاتل کے ساتھ کیا۔ امام نے اپنے اہلبیت کو تلقین فرمائی کہ اسکو کھانا کھلائیں اور اسکے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ علیؑ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ سے فرمایا۔ اس اسیر کو کھانا پانی دو۔ اگر میں زندہ رہا تو مجھے اختیار ہے جو سلوک چاہوں کروں اور اگر میں مرجاؤں تو تمہیں اختیار ہے اگر تم اسے قتل کرو تو اس کا مُثلہ (جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا) نہ بنانا

بحار الانوار جلد ۴۱ صفحہ ۲۰۶ باب ۱۲۷

علیؑ مافوق الفطرت حلم کے مالک تھے جو خود اخلاقی قدروں میں شمار ہوتا ہے چنانچہ امیرالمؤمنین ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

ولقد امر اللئیم یسبنی
فمضیتُ ثمّة قلت مایعنینی

اور جب میں کسی ذلیل اور پست آدمی کے پاس سے گزرتا ہوں

اور وہ مجھے گالیاں دیتا ہے تو میں یہ کہہ کر گزر جاتا ہوں کہ اسکا مقصود میں نہیں ہوں۔ اسطرح کے بہت سے واقعات جو علیؑ کے ثبات۔ کسر نفسی تحمل اور جرارت پر دلالت کرتے ہیں جن سے یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ علیؑ رسولؐ کے بعد سب سے بڑے شجاع تھے اور اخلاقی بلندیوں پر فائز تھے

عفّت

فضائل اخلاق میں تیسری صفت عفّت ہے اور قوائے شہویہ کا نفس ناطقہ یعنی عقل کے تابع ہونا ہے تاکہ عقل کے تقاضوں کے مطابق اسکا تصرف کیا جا سکے۔ اسکے تحت بھی کئی صفات آتے ہیں جن میں حیاء۔ صبر۔ قناعت خاص طور پر قابل ذکر ہیں امیرالمومنین کی ذات میں یہ سارے اوصاف اپنے کمال کے ساتھ موجود تھے۔

حیاء

حیاء نفس کا برے افعال کے ارتکاب سے بچنا ہے تاکہ وہ قابل مذمت نہ ٹھیرے اور امیرالمومنین کی ذات سے کبھی کسی ترک اولیٰ کا

تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حضرت علیؑ امام تھے اور امامت کیلئے عصمت بنیادی شرط ہے جس سے آپ کی ذات میں حیاء کا کمال کے ساتھ موجود ہونا ثابت ہوگیا۔ جس پر مزید دلائل پیش کرنا تحصیل حاصل ہوگا

صبر

نفس کا خواہشات سے مقابلہ کرنا تاکہ بری لذتوں کی کوشش اس سے صادر نہ ہو یا بعض علماء کے نزدیک مطلوب کے حاصل نہ ہونے مکروہات کے نزول پر صبر کرنا۔ امیر المومنینؑ کی پوری زندگی صبر و شکر کا مجموعہ تھی۔ شب ہجرت سے وفات فاطمہ زہراؑ تک آپ کتنے مصائب میں مبتلا ہوئے۔ لیکن صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ پھر خلیفۃ المسلمین منتخب ہونے کے بعد شہادت تک آپ کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا تاریخ کے قارئین پر وہ مخفی نہیں ہے لیکن امیر المومنینؑ کے صبر و تحمل میں کسی مقام پر لغزش نہیں آئی۔ امیر المومنینؑ صبر کی اس منزل پر فائز تھے جو صرف صاحبان معرفت ہی کو حاصل ہو سکتی ہے صبر کی اس منزل کی طرف آپ دعائے کمیل میں جسے ایک عاشق کی دعا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا

گریہ وزاری کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں عرض کرتے ہیں" فھبنی یا الھی و سیدی ومولای وربی صبرت علی عذابك فکیف اصبر علے فراقك وھبنی یا الھی صبرت علی حر نارك فکیف اصبر عن النظر الی کرامتك"

ترجمہ:۔ اے معبود۔ اے میرے مالک اے میرے مولا۔ اے میرے پروردگار تیرے عذاب پر میں نے صبر بھی کیا تو تجھ سے دوری اور جدائی پر مجھ سے صبر کیسے ہوگا۔ اے میرے معبود رحم فرما تیری آتش جہنم کی حرارت پر صبر کر لونگا لیکن تیری نظر کرامت بدل جانے کو کیوں کر برداشت کرونگا۔

قناعت

قناعت کھانے پینے اور دیگر ضروریات کی چیزوں میں ضرورت سے زیادہ کی طلب نہ کرنے کو کہتے ہیں امیر المومنین نے غربت کی زندگی گذاری اور کبھی اپنی ضرورت سے زائد کی طلب نہیں کی۔ آپ خلیفۃ المسلمین منتخب ہونے کے بعد اور قبل ہمیشہ جو کی روٹی کھاتے رہے جسے آپ کی زوجہ یا آپ خود پکاتے تھے حالانکہ بیت المال میں سب کچھ موجود تھا۔ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ امیر المومنین قناعت پسندی میں رسول کی مثل تھے خود سرکہ اور روغن سے روٹی کھاتے اور دوسروں کو گوشت سے روٹی کھلاتے۔ ابن شہر آشوب

نے مناقب جلد اوّل صفحہ ۳۶۶ میں امام غزالی سے نقل کیا ہے کہ وقت وفات امیر المومنین کے پاس سوائے ایک لباس کے کچھ نہ تھا آپ نے بیت المال سے اپنی ذات پر کبھی ایک درہم بھی خرچ نہ کیا۔

عدالت

عدالت سے مراد یہ ہے کہ تمام قوتیں آپس میں متفق ہو جائیں اور قوت ممیزہ کی فرماں برداری کریں تاکہ خواہشات نفسانی کی بوقلمونی اور قوت کی کشش اس کو حیرت کے بھنور میں نہ ڈال دے اور اس سے انصاف کرنے اور انصاف پانے کے آثار ظاہر ہوں جو فضائل اخلاق عدالت کے تحت ہیں ان میں صداقت۔ وفا۔ تسلیم۔ توکل اور عبادت خاص طور پر قابل ذکر ہیں حضرت علیؑ کی ذات عدالت کی تمام صفات کا مجموعہ تھی

عبادت

خداوند عالم کی پرستش شعور کے ساتھ عبادت کہلاتی ہے اسلامی نقطۂ نظر سے عبادت کے مختلف درجات ہیں جن میں سے بلند ترین درجہ کی عبادت وہ ہے جو ہر طرح کے طمع و لالچ اور تمام فکروں سے خالی ہو یعنی وہ عبادت

نہ جنّت کی لالچ میں نہ جہنم کے خوف سے بلکہ وہ عبادت صرف حق تعالیٰ کے لئے ہو اس لئے کہ وہ اس بات کا اہل ہے کہ اسکی عبادت کی جائے۔ عبادت کا یہ سب سے بلند ترین درجہ ہے جسکا سرچشمہ حرص و طمع نہیں۔ امیرالمؤمنین کی ذاتِ گرامی اسی درجہ پر فائز تھی چنانچہ آپ فرماتے ہیں" الٰھی ما عبدتک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنّتک بل وجدتک اھلاً للعبادۃ فعبدتک۔ بارالٰہا میں نے تیری عبادت نہ جہنم کے خوف سے کی نہ جنت کے لالچ میں بلکہ میں نے تجھے عبادت کا اہل پایا۔ اسلئے تیری عبادت کی علیؑ کی عبادت ایک جذب کی کیفیت تھی جو عوام الناس کی سمجھ میں نہیں آسکتی لیکن علیؑ کی عبادت ان درجات سے بھی بلند و بالا تھی۔ چونکہ علیؑ کی عبادت عاشقانہ عبادت تھی چنانچہ دعائے کمیل میں عرض کرتے ہیں فھبنی یا الٰھی وسیّدی ومولای وربّی صبرت علےٰ عذابک فکیف اصبر علیٰ فراقک۔ اے میرے معبود۔ اے میرے سردار۔ اور اے میرے مولا۔ اور اے میرے پروردگار تجھے اختیار ہے میں تیرے عذاب پر صبر کرلونگا پر تیری رحمت سے جدائی پر کیوں کر صبر کروں۔ علیؑ اپنے محبوب کی جدائی اور فراق پر طاقت صبر نہیں رکھتے۔ یہ عبادت کا عاشقانہ درجہ ہے

توکل

ایسے امور میں جو انسانی طاقت وقدرت میں نہ ہو انکی کمی بیشی اور تاخیر طلب نہ کرے۔ امام غزالی نے منہاج العابدین میں توکل کے تین مقامات بیان کیۓ ہیں۔

(۱) مال کی تقسیم میں ذات باری پر بھروسہ (۲) اللہ تعالیٰ کی ذات پر نصرت و مدد کے ساتھ بھروسہ (۳) رزق اور حاجات کا ذات باری کی طرف سے پورے ہونے کا یقین۔

بعض عارفین توکل کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ ہر ایک سے مایوسی وانقطاع کرکے اللہ کی جانب قلب کا متوجہ کرنا توکل ہے

امیرالمؤمنین متوکلین کے قائد تھے۔ آپ کی پوری زندگی توکل اور یقین کا عملی نمونہ تھی واقعات بہت ہیں لیکن اس مختصر کتابچہ میں صرف ایک واقعہ کا ذکر کرونگا تاکہ دعویٰ مع دلیل ہوجاۓ۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں علیؑ کے غلام قنبر تھے جو آپ سے بہت محبت کرتے تھے جب علیؑ کہیں باہر نکلتے تو قنبر تلوار لے کر آگے پیچھے نکل پڑتے تاکہ اپنے آقا کی حفاظت کرسکیں ایک دن حضرت علیؑ نے آپ کو اپنے پیچھے آتا ہوا دیکھ لیا۔ آپنے پوچھا

"کیا بات ہے قنبر نے کہا مولا میں اس لئے آیا ہوں تاکہ آپ کے پیچھے پیچھے چل کر دشمنوں سے آپ کا تحفظ کر سکوں۔ آپ نے فرمایا تم آسمان والوں سے مجھے بچاؤ گے یا زمین والوں سے۔ قنبر نے جواب دیا زمین والوں سے تو امیر المومنین نے فرمایا زمین والے اللہ کی مرضی کے بغیر مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ تم واپس لوٹ جاؤ۔ قنبر واپس لوٹ آئے

بحار الانوار جلد ۴۱ ص توحید صدوق سے منقول

سعید ابن قیس ہمدانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو ایک جنگ میں دو کپڑوں دیکھا۔ میں نے پوچھا امیر المومنین آپ یہاں اس حالت میں!

فرمایا ہاں اے سعید کوئی بندہ ایسا نہیں جسکا محافظ و ناصر اللہ تعالیٰ نہ ہو یہ ہے توکل و یقین کی اعلیٰ ترین منزل جس پر امیر المومنینؑ کی ذات مقدس فائز تھی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ امیر المومنینؑ کی ذات گرامی میں عدالت کی ہر صفت اپنے کمال کے ساتھ موجود تھی۔ اس کی سب سے بڑی دلیل خود رسولؐ کا یہ قول "اقضاء کم علی" قاضی کیلئے عدالت شرط ہے لہٰذا علی سب سے بڑے عادل بھی ہونگے۔ علیؑ کی ذات وہ ذات مقدس ہے جسکے حسن اخلاق کی تعریف و توصیف ممکن نہیں۔ پھر انسان آپکے اخلاق حسنہ کا ادراک

کیونکر کرسکتا ہے کیونکہ اخلاق میں حُسن ہے اور حسن وجمال کشش رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ پہلی صدی ہجری سے لیکر کوئی آجتک دور ایسا نہیں گزرا جس میں علیؑ کے عاشق ومجذوب موجود نہ رہے ہوں اس لئے کہ علیؑ سے عشق دراصل کمال انسانیت وکمال سعادت سے عشق ہے جس طرح اخلاق کا تصور دنیا کی ہر قوم ہر مذہب اور ہر معاشرہ میں پایا جاتا ہے اسی طرح علیؑ کے چاہنے والوں کا تعلق بھی کسی خاص گروہ یا مذہب یا قوم سے نہیں۔ ہر قوم میں علیؑ کے چاہنے والوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ درحقیقت علیؑ کی ذات کسی فرقہ یا کسی مذہب کی میراث نہیں۔ یہ ایک آفاقی۔ ہمہ گیر۔ عالمگیر شخصیت ہے۔ عوام الناس میں یہ حبِ علیؑ یہ عشق علیؑ دراصل ان محاسن اخلاق سے ہے جو آپ کی ذات میں پائے جاتے تھے حضرت علیؑ جامع صفات اور جامع الاضداد انسان تسلیم کئے جاتے ہیں چنانچہ صفی الدین حلیؒ فرماتے ہیں۔

جمعت فی صفاتک الاضداد

ولھذا عدّت لک الانداد

یعنی آپ کی ذات میں اضداد جمع ہوگئے تھے یہی وجہ ہے کہ پھر کوئی دوسرا آپکا نظیر پیدا نہ ہوسکا

کتابیات

(۱) نہج البلاغہ تحقیق دکتور صبحی الصالح مطبوعہ بیروت

(۲) اخلاق جلالی :۔ محقق دوانی مطبوعہ نولکشور

(۳) اخلاق ناصری :۔ نصیر الدین طوسی

(۴) اخلاق زندگی کا نظریہ :۔ جان ڈلوی ترجمہ عبد الرشید مطبوعہ لاہور

(۵) چہل حدیث :۔ امام خمینیؒ

(۶) کتاب الاخلاق :۔ احمد الامین مطبوعہ مصر

(۷) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ :۔ مطبوعہ ایران

(۸) فضائل امیر المومنین :۔ از محمد حسین مظفر جلد ۲ مطبوعہ بیروت لبنان

(۹) علیؑ و سقراط :۔ جورج جرداق بیروت لبنان

(۱۰) فی ظلال نہج البلاغہ :۔ محمد جواد مغنیہ مکتبہ دار العلم بیروت

(۱۱) فلسفۂ اخلاق :۔ آقای مرتضیٰ مطہری مطبوعہ ایران

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] 500

[illegible] 250

125

[illegible]

[illegible]

[illegible]